© rasailojaraid.com

قضاء بالقرآئن کا شرعی حکم

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی

کسی بھی نظام عدل میں ''قانون شہادت،، کو وہی حیثیت حاصل ہوتی ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو، کیونکہ قانون شہادت ہی کی بنیاد پر دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ فقہ میں شہادت کسی واقعہ کے بارے میں اپنے مشاہدے اور دید کے مطابق اخبار دینے کو کہتے ہیں نہ کہ ظن وتخمین کی بنیاد پر[۱] شہادت دراصل اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے، یعنی یہ کہ اگر کسی شخص سے کسی واقعے کے بارے میں دریافت کیا جائے اور اپنے مشاہدے کے ذریعے وہ حقائق کو جانتا ہو، تو اس کا فرض ہے کہ اپنے علم ومشاہدے کے مطابق صحیح صحیح بات حاکم مجاز کی عدالت میں بیان کردے، ارشاد ربانی ہے:

ولایاب الشھدآء اذا مادعوا[۲]

اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) طلب کیا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے،،

اسی آیت سے متصل دوسری آیت میں ارشاد ہے:

ولاتکتموالشھادۃومن یکتمھافانہ اثم قلبہ واللہ بماتعملون علیم[۳]

''اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تعالی اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو تم کرتے ہو،،

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہے:

یآیھاالذین امنوا کونوا قوامین للہ شھدآء بالقسط[۴]

''اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے میں مستعد رہو،،

مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

۱۔ پہلی بات یہ کہ شہادت اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جس کا ادا

☆اعتن بنظافۃ ثوبک وحسن رائحتک وترتیب مظہرک مع السواک والطیب.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنا ضروری ہے۔

۲۔دوسری یہ کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔

۳۔تیسری یہ کہ ادائے شہادت کے وقت پوری دیانتداری برتنی چاہیے۔

شہادت کی اقسام:

شہادت کی دو قسمیں ہیں (۱) قطعی شہادت (۲) ظنی شہادت

قطعی شہادت سے مراد وہ گواہی ہے جس میں قطعیت ہو، مثلا زید نے دعوی کیا کہ اس نے وہ مکان (جو بکر کے قبضے میں ہے) بکر سے خرید لیا ہے، لیکن بکر اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اس نے مکان مذکورہ زید کے ہاتھ فروخت کیا تھا، زید نے اپنے دعوی کے ثبوت میں جو گواہ پیش کئے انہوں نے شہادت دی کہ بکر نے مکان مذکورہ زید کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا، لیکن انہوں نے قیمت نہیں بتلائی تو شہادت رد کر دی جائے گی (کیونکہ اس شہادت میں قطعیت نہیں پائی جاتی) جیسا کہ المبسوط ہے:

واذاادعی رجل شراء دارفی یدرجل وشهدشاهدان وان لم یسمیاالثمن والبائع ینکر ذلک فشهادتهماباطلة[۵]

ظنی شہادت سے مراد وہ شہادت ہے جو ظن کی بنیاد پر دی جائے، مثلا کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو اور اس نے اپنی بیوی کو ایک عرصہ تک بغیر نان ونفقہ کے چھوڑ رکھا ہو، اس صورت میں اگر عورت اپنے شوہر کے غائب ہونے یا نان ونفقہ کے بغیر چھوڑ رکھنے کا دعوی عدالت میں دائر کرے اور گواہ پیش کرے، ظاہر ہے کہ گواہ حتمی اور قطعی طور پر مذکورہ بالا دعوی کی شہادت نہیں دے سکتا، تو حاکم کو چاہیے کہ عورت سے گواہوں کی ظنی شہادت پر حلف لے، اگر عورت حلف اٹھالے تو فیصلہ صادر کر دے[۶] اس سے ثابت ہوا کہ قطعی شہادت کے نہ ہونے کی وجہ سے حاکم کے لیے ضروری ہے کہ ظنی شہادتوں کا تعمق نظر سے جائزہ لے اور اگر ان سے کوئی امر کسی حد تک قطعیت سے ثابت ہو جائے تو اس کی بنیاد پر فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔

جس طرح ''شہادت،، کسی دعوے کی سچائی کے لیے ایک دلیل ہے، اسی طرح ''قرائن،، سے بھی کسی دعوے کا اثبات کیا جا سکتا ہے، ذیل میں قرائن کی تعریف، اقسام اور ان کی شرعی حیثیت پر بحث کی جائے گی۔

☆لا تقرا بعض الکتب التی تربی التشاؤم والاحباط والیاس والقنوط.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرائن کی تعریف اور اقسام: ۔قرائن قرینہ کی جمع ہے، جبکہ قرینہ کی تعریف یہ ہے: امر یشیر الی المطلوب ہے ''کسی مطلوبہ چیز کی طرف اشارہ کرنے والے امر کو قرینہ کہا جاتا ہے، قرینہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ھی کل امارۃ ظاھرۃ تقارن شیئا خفیا فتدل علیہ ،یفھم من ھذا التعریف انہ لابد فی القرینۃ من امرین:

۱ .ان یوجد امر ظاھر معروف یصلح اساسا للاعتماد علیہ.

۲ .ان توجد صلۃ مؤشرۃ بین الامر الظاھر والامر الخفی.

وبمقدار قوۃ ھذہ الصلۃ تنقسم القرائن قسمین :قرائن قویۃ وقرائن ضعیفۃ وللفقھاء والقضاۃ دور ملحوظ فی استنباط نتائج معینۃ من القرائن ،ومن القرائن الفقھیۃ اعتبار الصلح للرجال من متاع البیت عند اختلاف الزوجین فی ملکیۃ ھو للرجل ،کالعمامۃ والسیف ومایصلح للنساء فقط کالحلی ھو للمراۃ بشھادۃ الظاھر وملاحظۃ العرف والعادۃ۸

''ہر ایسی ظاہری علامت جو کسی مخفی چیز کے ساتھ مقارن ہو اور اس پر دلالت کرتی ہو، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ قرینہ کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ یہ کہ معروف امر ظاہر موجود ہو جو اساس بن سکتا ہو اور اس پر اعتماد ہو سکتا ہو۔

۲۔ امر ظاہر اور امر خفی کے درمیان علاقہ پایا جاتا ہو۔

اس علاقہ کی قوت کی بناء پر قرائن کی دو قسمیں ہیں، قرائن قویہ اور قرائن ضعیفہ۔ فقہاء اور قضاۃ قرائن کو ملحوظ رکھ کر مختلف نتائج مستنبط کرتے ہیں، فقہی قرائن میں سے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ زوجین کے اختلاف کی صورت میں جو ساز وسامان ظاہری شہادت اور عرف وعادت کی بنیاد پر مردوں سے میل کھاتا ہو وہ خاوند کی ملکیت تصور ہوگا، جیسے عمامہ، تلوار اور جو سامان عورتوں سے میل کھاتا ہو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، جیسے زیور۔

علامہ صالح بن غانم فرماتے ہیں کہ بعض قرائن غیر قطعی یا ظنی ہوتے ہیں۔ اس طرح بعض قرائن شرعی قرائن کہلاتے ہیں کیونکہ شریعت نے انہیں معتبر قرار دیا ہوا ہوتا ہے، جبکہ بعض قرائن کو ''قانونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرائن،، سے موسوم کیا جاتا ہے۔۹؎ اگر کوئی قرینہ قطعی ہو اور درجہ یقین کو پہنچتا ہو تو صرف وہی قرینہ عدالتی فیصلہ کے لیے کافی سمجھا جائے گا، مثلاً کوئی شخص ہاتھ میں خنجر لیے جو خون میں لت پت ہو گھر سے باہر آئے اور گھر میں دیکھا جائے تو مقتول پڑا ہو، اس قرینہ کی بنا پر اس شخص کو قاتل قرار دیا جائے گا۔ اگر قرینہ غیر قطعی ہو لیکن اس کے متعلق ظن غالب ہو، جیسے عرفی قرائن یا ایسے قرائن جو دعوی کے وقائع اور تصرفات سے مستنبط ہو تو ایسے قرائن مرجح اور مؤید تصور ہوں گے۔۱۰؎

قرائن کی اہمیت:۔ مختلف قرائن کو دیکھ کر کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا بھی اصول شریعت کا حصہ ہے، خواہ قرینہ اصل حجت یعنی گواہوں کے ساتھ موجود ہو یا اقرار کے ساتھ، یا حجت سرے سے ہی موجود نہ وہ اور قرینہ موجود ہو۔ چنانچہ قرینہ سماع دعوی کے مانع ہوتا ہے جیسے: مثلاً تنگدست فقیر نے کسی غنی مالدار کو قرضہ دینے کا دعوی کیا، بسا اوقات تہمت کی حالت موجود ہونے کی صورت میں گواہی کو یا اقرار کو رد بھی کر دیا جاتا ہے، مثلاً گواہ مدعی (مشہود لہ) کا قریبی رشتہ دار ہو یا اقرار مرض الموت میں کیا ہو۔ بسا اوقات قرینہ کو حجتیں متعارض ہونے کے وقت ترجیح دی جاتی ہے، بسا اوقات قرینہ کو ہی مستقل دلیل اور حجت تسلیم کر لیا جاتا ہے، جب کہ کوئی دوسری دلیل موجود نہ ہو۔۱۱؎

ابن قیم قرائن کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بینہ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوگا جو حق پر دلالت کرے اور اس کو واضح کرے جس کسی نے اس کو دو گواہوں، چار گواہوں یا ایک گواہ سے مخصوص کر دیا اس کے مفہوم کا پورا حق ادا نہیں کیا۔ قرآن پاک میں ہرگز یہ نہیں آیا کہ بینہ سے مراد دو گواہ ہیں، بینہ کا لفظ قرآن میں واحد اور جمع ہر صورت میں حجت، دلیل اور برہان کے معنوں میں وارد ہوا ہے اور اس طرح رسول اللہ ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: البینۃ علی المدعی۱۲؎ تو اس سے مراد دلیل، حجت، برہان، گواہ اور ہر وہ امر ہے جس سے مدعی اپنا دعوی ثابت کر سکے اور یہ مدعی کے ذمہ ہے تا کہ اس کے حق میں فیصلہ کیا جا سکے، دو گواہ بھی دراصل ثبوت دعوی کی ایک قسم ہے، یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ گواہوں کے علاوہ کوئی اور دلیل بھی بعض اوقات گواہوں کی شہادت سے زیادہ قوی ہو سکتی ہے، مثلاً وہ حالات وقرائن جن سے مدعی کی صداقت ثابت ہو، کیونکہ یہ قرائن شاہد کے بیان سے زیادہ قوی ہو سکتے ہیں،،۱۳؎

ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فهذه المسالة الكبيرة،عظيمة النفع ،جليلة القدر،ان اهملها الحاكم او الولى اضاع حقا كثيرا واقام باطلا كبيرا،وان توسع وجعل معلوله عليها،دون الاوضاع الشريعة وقع فى انواع من الظلم والفساد[۱۴]

''یہ سوال (قرائن اور علامات سے استدلال کرتے ہوئے فیصلہ کرنا) بہت قدر واہمیت کا حامل ہے اور بڑا عظیم اور کثیر الفوائد بھی ہے،اگر حج یا حاکم ان قرائن وعلامات سے صرف نظر کرلے تو حق کثیر کو ضائع کردے گا اور باطل کی معاونت کا مرتکب ہوگا،اگر توسع کرتے ہوئے اپنا تمام تر انحصار قرائن (وقیافہ اور قیاس وفراست) پر رکھے اور انصاف کے شرعی اصولوں کو نظر انداز کردے تو ظلم وفساد کی گمراہیوں میں مبتلا ہوجائے گا،،

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اگر ایک حج علامات وقرائن اور دلائل حال ومقال کا اس طرح فہم حاصل نہ کرے جس طرح وہ احکامات کے کلیات اصول وتفاصیل اور جزئیات کا فہم رکھتا ہے تو وہ حقداروں کے حقوق کو ضائع کرے گا اور اس قسم کے غلط فیصلہ کرے گا جن کی غلطی عوام تک پر ظاہر ہوگی،،[۱۵]

قرائن اور دلائل احوال کے ذریعے فیصلے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے استدلال کیا جاتا ہے،جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے،ارشاد خداوندی ہے:

وجآء واعلى قميصه بدم كذب قال بل سولت لكم انفسكم امرا۔[۱۶]

''اور یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلودہ کرلائے تھے،باپ نے کہا یوں نہیں،بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنالی ہے،،

آگے مزید ارشاد ہے:

وشهد شاهد من اهلها ان كان قميصه قدمن قبل فصدقت وهو من الكذبين ٥ وان كان قميصه قدمن دبر فكذبت وهو من الصدقين ٥[۱۷]

''اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے،اگر ہے اس کا کرتہ پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا،اور اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ ہے سچا،،۔

پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ پر خون لگا کر لائے اور اپنے والد سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا اور اپنی بات کی تصدیق کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بطور سند خون آلود کرتہ پیش کیا، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اندازہ لگالیا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا، اوراس نے کرتہ کے صحیح سالم ہونے سے برادران یوسف علیہ السلام کے جھوٹ پر استدلال کیا۔

آخری دو آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ان کے ساتھ بدکاری کا الزام لگایا تو اس موقع پر ایک شاہد نے (جو مشہور روایت کے مطابق ایک شیر خوار بچہ تھا) یہ شہادت دی کہ اگر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف علیہ السلام سچے ہیں، گو اس شاہد نے کرتے کے پیچھے پھٹنے کو اس کی علامت قرار دیا کہ یوسف علیہ السلام بھاگ رہے تھے زلیخا پکڑ رہی تھی، اس لئے یوسف علیہ السلام معصوم ہیں اور زلیخا مجرم ہے۔ مذکورہ آیات سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاضی یا حاکم کو فریقین کے دعوے اور دلائل کے ساتھ علامات اور قرآئن کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے، اگرچہ محض علامات وقرائن کو کافی ثبوت کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ

علامہ جصاص لکھتے ہیں:

وهذا يدل على ان الحكم بما يظهر من العلامة فى مثله فى التكذيب او التصديق جائز لانه عليه السلام قطع بان الذئب لم ياكله بظهور علامة كذبهم[18]

''یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس جیسی صورت حال میں ظاہری نشان اور علامت کو دیکھ کر تصدیق یا تکذیب کا حکم لگانا جائز ہے، اس لئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو قطعی طور پر یقین ہوگیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا ہے، اس لئے کہ بیٹوں کی کذب بیانی کی علامت واضح طور پر ظاہر ہوچکی تھی،،۔

الکیاسی الهراسی لکھتے ہیں:

ومن الناس من يحتج بذلك فى حكم بالعلامة فى اللقطة وكثير من المواضع[19]

''اور بعض لوگ لقطہ (گری پڑی چیز) اور دیگر بہت سی جگہوں پر علامات کی بنیاد پر حکم دینے میں اس سے استدلال کرتے ہیں،،۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

استدل الفقهاء بهذه الآية في اعمال الامارات في مسائل من الفقه كالقسامه وغيرها، واجمعوا على ان يعقوب عليه السلام استدل على كذبهم بصحة القميص ،وهكذا يجب على الناظر ان يلحظ الامارات والعلامات اذا تعارضت، فماترجح منها قضى بجانب الترجيح. [20]

''اس آیت سے فقہاء نے فقہ کے مسائل مثلا: قسامت وغیرہ میں علامات پر استدلال کیا ہے، (قسامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی آبادی ومحلّہ یا اس کے قریب میں کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو اس آبادی یا محلّہ کے باشندوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے کہ ہم نے نہ اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کا ہمیں علم ہے) [21] اور وہ اس پر متفق ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے قمیص کے درست ہونے پر اپنے بیٹوں کے جھوٹ بولنے پر استدلال کیا تھا، اسی طرح دیکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ تضاد واقع ہونے پر علامات کو ملحوظ نظر رکھے، پس جس جانب ترجیح پائے اسی جانب فیصلہ کرے،،۔

قرائن اور دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی مثالیں سنت نبوی سے بھی دی جا سکتی ہے، مثلا:

دار قطنی اور بعض دیگر محدثین حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے سفر خیبر کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ میں خیبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذااتيت وكيلي فخذ منه خمسةعشر وسقا، فاذاطلب آيةفضع يدك على ترقوته [22]

''جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق لے لینا اور اگر وہ کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسلی کی ہڈی پر رکھ دینا،،

یہ نشانی طالب کو کوئی چیز حوالے کر دینے میں اعتماد کے لیے کافی ہے اور شاہد کے قائم مقام ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے راہگیر کو اجازت دی ہے کہ اگر وہ کسی شخص کے پھلدار درختوں کے پاس سے گزرے تو اس کا پھل کھا سکتا ہے، لیکن اٹھا کر ساتھ نہ لے جائے، درآنحالیکہ ان درختوں کے گرد کوئی دیوار نہ ہو اور نہ ہی کوئی نگہباں۔ یہ صورت حال کا قرینہ ہے جو راہ گیر کے لیے غیر کا پھل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھالینے کی اجازت کے قائم مقام ہے۔۲۳

قرائن کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی مثال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جبکہ دوعورتوں نے ایک بچے کی ماں بننے کا دعوی کیا،اس سے بیشتر حضرت داؤدعلیہ السلام بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کرچکے تھے،تاہم جب وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: چھری لاؤ تاکہ ان دونوں کے درمیان اسے کاٹ کر تقسیم کردوں،بڑی عورت تو اس پر رضامند ہوگئی مگر چھوٹی عورت نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے،آپ ایسی بات نہ کیجئے یہ بچہ اسی کو دیے دیجئے ،یہ دیکھ کر آپ نے چھوٹی کے حق میں قرائن سے اندازہ لگا کر فیصلہ کردیا۔۲۴

اس روایت کونقل کرنے کے بعدابن قیم لکھتے ہیں:

''اس ظاہری قرینہ سے بڑھ کر کیا کوئی اور چیز ہوسکتی ہے؟آپ نے بڑی دعوے دارعورت کی رضامندی سے یہ معلوم کرلیا کہ وہ اپنا بچہ گم کردینے کے بعد اپنے دل کو اس طرح جھوٹا اطمینان دینا چاہتی ہے کہ چھوٹی کا بچہ ضائع کروا کے اسے بھی اپنے مقام پر لے آئے اور چھوٹی کی شفقت اور اس فیصلہ پر اس کی عدم رضامندی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بچے کی حقیقی ماں ہے،اللہ تعالی نے ماں کے دل میں جو فطری شفقت ودیعت کی ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ یعنی اصل ماں اپنے دعوے سے دستبردار ہوجائے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس واضح اور قوی قرینے سے حق کو پہچان لیا اور اس کے مطابق فیصلہ دے دیا،کیونکہ اگر اقرار کسی ایسی عدالت کی بنا پر ہے جسے جج جانتا ہے تو وہ اس اقرار کو قابل اعتنا سمجھے گا،،۲۵

اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ اور دیگر صحابہؓ نے ایک دفعہ اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا جس کا حمل نمودار ہوگیا تھا اور نہ تو اس کا کوئی شوہر تھا اور نہ اس کا کوئی آقا تھا،چنانچہ ایسے مسئلے میں امام مالک اور امام احمد کا صحیح مسلک یہی ہے،کیونکہ اس میں زنا کاری کا قرینہ بالکل واضح ہے۔۲۶

قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں فقہاء کرام نے بھی علامات وقرائن کو مشروع قرار دیا ہے،جیسا کہ امام علاؤالدین ابی الحسن بن خلیل الطرابلسی لکھتے ہیں:

ولاخلاف فی الحکم بها،وقدجاء العمل بهافی مسائل اتفق علیهاالطوائف الاربع من الفقهاء.۲۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرائن وشواہد کی بنا پر فیصلہ کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، متعدد مسائل میں قرائن پر عمل کرنے کی ایسی مثالیں موجود ہیں جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اتفاق ہے،،.

اس کے بعد علامہ موصوف نے ۲۵ ایسے مسائل نقل کئے ہیں جن میں فقہاء نے قرائن پر فیصلہ کیا ہے مثلا:

جواز وطء المراة اذا اهديت اليه ليلة الزفاف وان لم يشهدعنده عدلان من الرجال ان هذه فلانة بنت فلان التى عقدت عليهاوان لم يستنطق النساء ان هذه امراةاعتماد على القرينة الظاهرةالمنزلةمنزلة الشهادة،،.۲۸

''شادی کے موقع پر جو عورت مرد کے سپرد کی گئی ہو اس کے ساتھ ہمبستری بالاتفاق جائز ہے اگرچہ دو مردوں یا عورتوں نے گواہی یا اطلاع نہ دی ہو کہ یہ وہی عورت ہے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے (اور مرد نے اس کو پہلے دیکھا بھی نہ ہو) اس صورت میں قرینہ حال کو شہادت کا درجہ دیا گیا ہے،،.

امام جصاص نے سورۃ یوسف کی آیات مذکورہ بالا کی تفسیر میں بعض فقہاء کے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض خصومات میں علامات وقرائن کی مدد سے فیصلے کئے جاسکتے ہیں، مثلا: وہ لکھتے ہیں:

وقال ابوحنيفه ومحمدفى متاع البيت اذا اختلف فيه الرجل والمراة ان مايكون للرجال فهوللرجال وماكان للنساء فهوللمراة وماكان للرجال والمراة فهوللرجل فحكموافيه بظاهرهيئة المتاع وقالوافى المستاجروالمؤاجراذا اختلفافى مصراع باب موضوع فى الدارانه كان وفقالمصراع معلق فى البناء فالقول قول رب الداروان لم يكن وفقاله فالقول قول المستاجروكذلك ان كان جذع مطروح فى داروعليه نقوش وتصاويرموافقةلنقوش جذوع السقف ووفقالهافالقول قول رب الداروان كانت مخالفة لهافالقول قول المستاجر۲۹

''گھر کے سامان کے متعلق اگر میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس صورت میں طرفین کے نزدیک گھر میں مردانہ استعمال کی جو چیزیں ہوں گی وہ مرد کو مل جائیں گی اور زنانہ استعمال کی چیزیں عورت کو دے دی جائیں گی لیکن جو چیزیں مشترک استعمال کی ہوں گی وہ مرد کو مل جائیں گی، اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئلے میں ہمارے اصحاب نے گھریلوسامان کی ظاہری ہیئت کے مطابق فیصلہ دیا ہے، اگر مکان کرایہ پر دینے والے اور کرایہ پر لینے والے کے درمیان گھر میں رکھے ہوئے دروازے کے ایک پٹ کی ملکیت کے بارے میں اختلاف پیدا ہوجائے تو ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ اگر دروازے کا یہ پٹ عمارت میں لگے ہوئے دروازے کے پٹ کے مطابق ہے تو اس صورت میں گھر کے مالک کا قول قابل اعتبار ہوگا اور اگر اس کے مطابق نہ ہو تو پھر کرایہ لینے والے کا قول معتبر ہوگا، اسی طرح اگر چھت کی کوئی کڑی کسی مکان کے احاطے میں پڑی ہو اور اس پر ایسے نقوش اور تصاویر ہوں جو اس مکان میں لگی ہوئی کڑیوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں، نیز یہ کڑی ان کڑیوں کی طرح ہو تو اختلاف کی صورت میں گھر کے مالک کا قول قابل اعتبار ہوگا، بصورت دیگر کرایہ پر لینے والے کا قول معتبر ہوگا،،۔

مذکورہ بالا عبارت سے قرائن کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اس لئے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے قرائن اور حالات کا پتہ چلائے جن سے مقدمہ کا صحیح فیصلہ کرنے کا راستہ واضح اور روشن ہو سکے، البتہ جمہور فقہاء کے نزدیک حدود وقصاص میں سوائے ''قسامۃ،، کے صرف قرائن کی بنیاد پر حد جاری نہیں کی جاسکتی،۳۰ بلکہ حد کی بجائے تعزیری سزا دینا ہی زیادہ احوط ہے، کیونکہ دلیل قطعی یعنی گواہ، اقرار وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے صرف قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کرنے میں شبہ موجود ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتی ہیں، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

ادر والحدود بالشبہات.۳۱

''حدود کوشبہات سے ساقط کرو،،

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ اگر چہ غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ زہری سے روایت کرتے ہیں:

ادفعوا الحدود بکل شبھۃ۳۲ ''حدود کو ہر شبہ سے دفع کرو،،

لیکن مالکیہ اور حنابلہ میں بعض فقہاء حدود وقصاص کے مقدمات میں ایسے قرائن قاطعہ کو بھی غیر معمولی حیثیت دیتے ہیں جن سے مجرم کی نشاندہی ہوتی ہو۔

بہر حال مقدمات کے فیصلوں میں علامات وقرائن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور اس جدید دور میں پوسٹ مارٹم، خون ٹیسٹ، ڈی این اے ٹیسٹ، بالوں وہاتھوں کے نقوش، آڈیو وڈیو اور دیگر جدید آلات کے علاوہ علم القیافہ اور مقتول کے نزعی بیان کو قرائن کا درجہ حاصل ہے۔ ذیل میں ان قدیم وجدید قرائن پر قدرے تفصیل سے بحث کی جاتی ہے۔

☆اعلم ان مع العسر یسرا وان الفرج مع الکرب وانہ لیس مع الحال دوام وان الایام دول.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ پوسٹ مارٹم (post martem):

پوسٹ مارٹم انگریزی زبان کا ایک مرکب لفظ ہے، جس میں پوسٹ کے معنی ہیں After یعنی بعد اور مارٹم کے معنی ہیں Death یعنی موت۔ چنانچہ پورے لفظ کا بامحاورہ ترجمہ بعدالموت یا موت کے بعد ہوگا۔ یہ اصطلاح طب جدید میں مردے کے ساتھ جو تحقیقی افعال برتے جاتے ہیں، اس کے لئے استعمال ہوتی ہے، موت کے بعد مندرجہ ذیل تحقیقی کام مردے پر ہوتے ہیں۔

۱۔ برائے تشریح: (Dissection) اس قسم کی پوسٹ مارٹم کی مدد سے بدن کے افعال اور امراض کا سمجھنا آسان ہوتا ہے۔

۲۔ برائے تحقیق (Research) اس کی مدد سے غیر تشخیص شدہ امراض کی تشخیص ہوتی ہے۔

۳۔ برائے تفتیش: (Mediolegal) یہ پوسٹ مارٹم غیر طبعی موت کے سلسلے میں موت کا وقت، اس کا سبب اور ان دوسرے تفصیلات کو معلوم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو قانون کو مطلوب ہو۔

عوام عموماً اس تیسری قسم کے پوسٹ مارٹم سے واقف ہیں، یہ پوسٹ مارٹم ان مردوں کا ہوتا ہے جن کے بارے میں عدالتی تفتیش اور مقدمات کی کارروائی ہوتی ہے، اس قسم کی پوسٹ مارٹم کی افادیت میں درج ذیل چیزیں شامل ہے۔

مثلاً رپورٹ داخل ہوتی ہے کہ مریض طبعی موت مرا ہے، پوسٹ مارٹم معائینے میں گلے پر پھندے کا نشان ملتا ہے، جس کے رنگ وغیرہ سے وقت کا تعین بھی ہوسکتا ہے، اس طرح بڑی غلط فہمی دور ہوجاتی ہے۔ بدن کے ظاہری تفصیلی معائینے کے دوران اگر کسی جگہ انجکشن کا نشان مل جائے اور مریض کے علاج ومعالجہ کے لئے کوئی انجکشن نہ لگایا ہو تو زہریلے انجکشن سے اس کی موت واقع ہونے کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، مثلاً رپورٹ میں لکھا ہے کہ مریض نے کان پٹی پر پستول رکھ کر فائر کر کے خودکشی کی ہے، بدن کے ظاہری معائینے میں پتہ چلتا ہے کہ کان پٹی پر رکھ کر یا بالکل قریب سے جو فائر ہو تو اس کے ساتھ بارودی اثر سے جلد سیاہ ہوجاتی ہے، جبکہ دور کے فائر سے جگہ بالکل صاف ہوتی ہے۔ اس طرح معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ خودکشی نہیں بلکہ دور سے فائر کر کے قتل کیا گیا ہے۔ یا مثلاً بعض اوقات کسی بچے کی پیدائش ہوتے ہی اسے وراثت اور جائیداد کے جھگڑوں کی وجہ سے قتل کر دیا جاتا ہے، لیکن رپورٹ میں لکھا ہوتا ہے کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے، اس صورت میں بچے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پھیپھڑے کاٹکڑالیا جاتا ہے، اسے پانی میں ڈال دیتے ہیں، اگر پھیپھڑے کاٹکڑا تیرنے لگے تو اس کا مطلب ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا تھا، بعد میں مرا ہے، لیکن اگر پھیپھڑے کاٹکڑا نہ تیرنے لگے تو اس کا مطلب ہوگا کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے، موت بعد میں واقع نہیں ہوئی ہے۔کیس داخل ہوتا ہے کہ آدمی طبعی موت مرا ہے، پیٹ چاک کر کے معدے کے اندر سے زہر برآمد ہو جاتا ہے جو موت کی اصل وجہ ہوتی ہے۔اس طرح پوسٹ مارٹم کے ذریعے پیچیدہ کیسوں کے راز معلوم ہو جاتے ہیں، جن میں بعض اوقات صرف گواہی صحیح فیصلہ تک نہیں پہنچا سکتی۔[۳۳]

رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم المجمع الفقہ الاسلامی کے دسویں اجلاس منعقدہ مکہ مکرمہ مورخہ ۲۴ تا ۲۸ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷ تا ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء میں مذکورہ موضوع پر غور وخوض اور مباحثہ کیا گیا، المجمع الفقہ الاسلامی نے محسوس کیا کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم ایسی ضرورت ہے جس کی بناء پر پوسٹ مارٹم کی مصلحت انسانی لاش کی بے حرمتی کے مفسدہ پر فوقیت رکھتی ہے، چنانچہ مجلس کے ارکان نے اتفاق رائے سے طے کیا کہ مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت لاشوں کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔

۱۔تعزیراتی مقدمہ میں موت یا جرم کے اسباب کی دریافت قاضی کے لیے دشوار ہو اور پوسٹ مارٹم کے ذریعہ ہی اس کی دریافت ہو سکتی ہو۔

۲۔ پوسٹ مارٹم کے متقاضی امراض کی دریافت مطلوب ہو، تاکہ اس کی روشنی میں ان امراض کے لئے مناسب علاج اور ضروری احتیاطی اقدامات کئے جاسکیں۔[۳۴]

۲۔امتحان خون: Blood test:خون کا تجزیہ:

خون کا تجزیہ اور امتحان بھی قتل کے مقدمات میں بطور شہادت کے مؤثر ہو سکتا ہے، اگر قاتل اور مقتول کے کپڑوں پر موجود خون کی ایک ہی جسم کا خون ہو(مقتول کے جسم کا)اور قاتل موقع پر پکڑا گیا ہو، نیز قاتل کے خلاف گواہ بھی ہوں تو ایسی صورت میں خون کی حیثیت قرینہ کی بن جائے گی۔اگر جائے واردات پر خون آلود آلہ قتل ہو اور بعد امتحان یہ ثابت ہو کہ آلہ قتل میں جو خون لگا ہوا ہے وہ مقتول ہی کا خون ہے، اس آلہ کا مالک بھی جائے واردات پر پکڑا جائے تو آلہ قتل میں لگے ہوئے خون کی حیثیت قرینہ کی ہو جائے گی اور آلہ قتل کے مالک کو مجرم قرار دیا جائے گا، بشرطیکہ دیگر امور اس میں مزاحم نہ ہوں۔بہر حال خون کے امتحان سے مندرجہ ذیل امور کا انکشاف ہو سکتا ہے:

☆افرح باختيار الله لك فإنك لا تدري بالمصلحة فقد تكون الشدة خير لك من الرخاء.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔کیا مقتول خون بہنے سے پہلے ہی مر چکا تھا؟

۲۔خون وریدکا ہے یا شریان کا، اس سے زخم کی نوعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۳۔خون کسی دوسری قسم کے زخم کی وجہ سے تو نہیں نکلا ہے؟ یعنی کتے کے کاٹنے یا سانپ، بچھو اور جونک کی وجہ سے۔

۴۔کہیں یہ خون نکسیر، بواسیر یا حیض کا تو نہیں ہے؟

۵۔یہ خون کسی جانور کا تو نہیں ہے؟ ۳۵ (جاری ہے)

حواشی

۱۔ابن نجیم، شیخ زین الدین، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، مصر، دار الکتب العربیۃ الکبری، ۷:۵۵

۲۔البقرہ ۲:۲۸۲ ۳۔البقرہ ۲:۲۸۳ ۴۔المائدہ ۵:۸

۵۔السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہیل، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، کتاب الشہادۃ، باب الشہادۃ فی الشراء والبیع ۶:۱۵۹،

۶۔علاؤالدین ابی الحسن علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی، معین الحکام، مصر، مکتبہ مصطفے البابی، بار سوم ۱۹۷۳ء الباب الثامن عشر، ص:۱۱۳

۷۔الجرجانی، علی بن محمد بن سید الزین، التعریفات، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص ۱۲۳۔

۸۔وہبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، ۱۹۸۹ء القضاء بالقرائن ۶:۶۴۴، ۶۴۵

۹۔صالح بن غانم، القرائن، مکۃ، دار بلنسیۃ، ص ۱۷، بحوالہ سہ ماہی فکر ونظر، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ج ۴۰ ش ۳، جنوری۔مارچ ۲۰۰۳ء

۱۰۔وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، ۱۹۸۹ء، ۶:۶۴۵

۱۱۔ایضاً ص ۶۴۴

۱۲۔الترمذی، السنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجآء ان البینۃ علی المدعی، والیمین علی المدعی علیہ

۱۳۔محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیۃ، الطرق الحکمیۃ فی سیاسۃ الشرعیۃ، بیروت دار الکتب العلمیۃ، باراول، ۱۹۹۵ء ص:۱۰

۱۴۔ایضاً ص ۳ ۱۵۔ایضاً ص ۴

۱۶۔یوسف ۱۲:۱۸ ۱۷۔یوسف ۱۲:۲۶، ۲۷

۱۸۔جصاص، حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۹۹۱ء، ۳:۱۶۸، ۱۶۹

۱۹۔الہراسی، عماد الدین بن محمد الکیا الہراسی، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء، ۲:۲۳۱

۲۰۔قرطبی، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکاتب العربی، ۱۹۶۷ء، ۹:۱۵۰

☆البلاء يقرب بينك وبين الله ويعلمك الدعاء ويذهب عنك الكبر والعجب والفخر.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۱۔ سید سابق، فقہ السنۃ، پشاور، دار الکتب، ۲: ۵۲۷

۲۲۔ الدار قطنی، علی بن محمد، السنن، لاہور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، باب الوکالۃ، ۴: ۱۵۴

۲۳۔ الطرق الحکمیۃ فی سیاسۃ الشرعیۃ، ص ۱۶

۲۴۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ترجمۃ سلیمان علیہ السلام، حدیث نمبر ۳۴۲۷، وایضاً الجامع الصحیح للمسلم، کتاب الاقضیۃ، باب اختلاف المجتہدین، حدیث نمبر ۴۴۹۵۔

۲۵۔ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۴، ۵

۲۶۔ ایضاً ص: ۵، ۶ ۲۷۔ معین الحکام، الباب الحادی والخمسون، ص: ۱۶۶

۲۸۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معین الحکام، الباب الحادی والخمسون، ص: ۱۶۶

۲۹۔ جصاص، احکام القرآن، ۳: ۱۷۱

۳۰۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، بحث القضاء بالقرائن، ۶: ۶۴۵

۳۱۔ ابی یعلی، احمد بن علی بن المثنی الموصلی، المسند، بیروت دار المامون للتراث، ۱۹۸۷ء، حدیث نمبر: ۶۶۱۸، ۱۱: ۴۹۴۔ والمناوی، محمد عبد الرؤف، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للسیوطی، حدیث نمبر: ۳۱۴، ۱: ۲۲۷

۳۲۔ ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، المصنف، کتاب الحدود، باب فی درء الحدود بالشبہات، حدیث نمبر: ۸۵۴۶، ۹: ۵۶۷

۳۳۔ ڈاکٹر فدا محمد، پوسٹ مارٹم، سہ ماہی المباحث الاسلامیہ، بنوں، جلد ۲، ش ۲، جون ۲۰۰۴ء تا ستمبر ۲۰۰۴ء، ص ۲۸۔۳۰

۳۴۔ قاسمی، مجاہد الاسلام (مرتب کنندہ) عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۲۲ھ، ص ۱۸۳۔

۳۵۔ سید محمد متین ہاشمی، اسلام کا قانون شہادت، لاہور، دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۹۸ء، ص ۲۳۲، ۲۳۳

رویتِ ہلال پر مراکشی عالم فلکیات کی تحقیقی کتاب

العزب الزلال فی معرفۃ رویۃ الھلال

اردو ترجمہ علامہ ظہیر احمد بھٹی .... ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ملنے کے پتے: مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی اور...... مکتبہ ضیاء القرآن اردو بازار کراچی

مکتبہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور...... مکتبہ زاہدیہ فیصل آباد

☆ انت تحمل فی نفسک قناطیر العلم وکنوز الخیرات التی ... ایاھا. ☆

© rasailojaraid.com